شیخ الاسلام والمسلمین
حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

گلوبل اسلامک مشن انک
نیویارک، یو ایس اے

إن الدين عند الله الإسلام

دینِ کامل

ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه
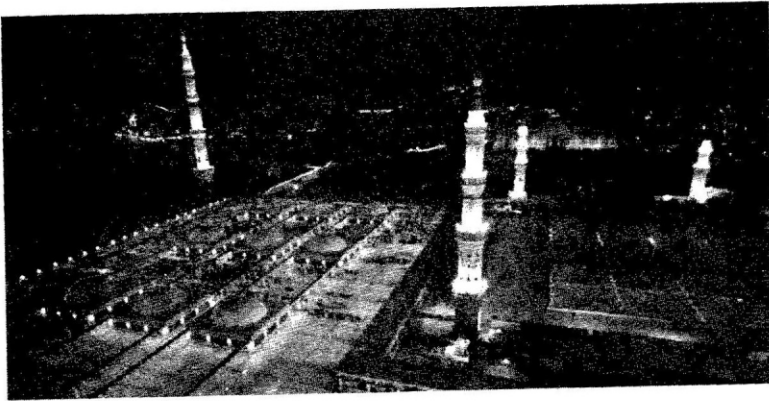
شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

گلوبل اسلامک مشن، انک

نیویارک، یو ایس اے

نام کتاب: 'دین کامل'

مصنف: شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی، مدظلہ العالی

تزئین کار: منصور احمد اشرفی

تعداد: ۱۰۰۰

اشاعت اوّل: ۱۹۶۶ء

ناشر: دار التصنیف والتالیف، مبارک پور، اعظم گڑھ، انڈیا

اشاعت دوم: فروری ۲۰۰۳ء

اشاعت سوم: جنوری ۲۰۰۸ء

ناشر: گلوبل اسلامک مشن، انک

نیویارک، یوایس اے

قیمت: مفت

Published By:

Global Islamic Mission, INC.
P.O. Box 100
Wingdale, NY 12594
U.S.A.
www.globalislamicmission.com

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! گلوبل اسلامک مشن، انک کے اشاعتی سلسلے کی یہ تیسری کڑی ہے۔ اس مقالہ، موسوم بہ، 'دین کامل' کی تکمیل حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی نے یکم رمضان ۱۴۰۵ھ میں پاکستان میں ایک کانفرنس میں شرکت کی دعوت پر فرمائی تھی۔۔۔ بعدازاں۔۔۔ اس مقالہ کو کتابی شکل میں محدثِ اعظم پبلی کیشنز، احمد آباد، انڈیا نے زیورِ طبع سے آراستہ کیا۔

قارئین کرام اس حقیقت سے اب تک واقف ہو چکے ہونگے کہ گلوبل اسلامک مشن کے عزائم میں سے ایک عزم یہ بھی ہے کہ علماءِ حق، یعنی علماءِ اہلسنّت و جماعت کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ، کتب و رسائل کو، جو موجودہ دور کی علمی ضرورت پوری کرتے ہوں، شائع کروا کر عوام الناس تک پہنچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور بزرگانِ دین کی دعاؤں اور توجہ سے ادارہ اب تک، اردو ترجمہ قرآن، موسوم بہ 'معارف القرآن'، مترجمہ 'حضور محدثِ اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمۃ اور پندرہ دوسری ضروری کتابیں جن میں حدیث نیت، حدیث محبت، حدیث جبرائیل کی شروحات، الاربعین الاشرفی (۴۰ احادیث کی شرح)، تفسیر اشرفی (پہلا اور دوسرا پارہ)، فریضہء دعوت و تبلیغ، مقالاتِ شیخ الاسلام، نظریہء ختم نبوت اور تحذیر الناس، فتح مبین، درودِ تاج (قرآن و حدیث کی روشنی میں) تعظیم کتابُ اللہ، مسئلہء قیام وسلام اور انگلش میں دوسری چھوٹی چھوٹی کتابیں شامل ہیں، شائع کرنے کا شرف حاصل کر چکا ہے۔ اور اب زیر نظر کتاب 'دین کامل' کا دوسرا ایڈیشن حاضر ہے۔

مقامِ افسوس ہے کہ آج ہم اپنے آپ کو مسلمان کہنے کے باوجود دین اسلام کے علم سے بے بہرہ ہیں۔ علم ہی کا مرحلہ ابھی طے نہیں ہوا تو عمل کی بات کوئی کیا

کرے۔ دنیاوی علوم حاصل کرنے کیلئے آج ہم ہر قسم کی تگ ودَو کرتے ہیں مگر علم دین کے حصول کیلئے ذرّہ بھر تکلیف بھی اٹھانا برداشت نہیں کرپاتے۔ تجربہ شاہد ہے کہ ہم میں سے بہت سے مسلمان، دنیا کی نام نہاد ترقی کو پانے کے چکر میں کچھ اس طرح پھنس گئے ہیں کہ دین کی باتیں اب انھیں پرانی نظر آنے لگی ہیں اور وہ دین اسلام اور اس کی تعلیمات کو، اپنے علم کی کمی کے باعث، شک کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کسی بزرگ نے فرمایا، 'دین اسلام کا علم حاصل کرو تو خوفِ خدا دل میں پیدا ہوگا اور پھر عمل کا جذبہ جنم لے گا۔ اور بغیر اعمالِ صالح، کامیابی کی امید کچھ عقل کی بات نہیں'۔

زیر نظر مقالہ ہمیں یقین دلا رہا ہے کہ اسلام ہی 'دین کامل' ہے، اسی میں

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰه! جناب محمد مسعود احمد سہروردی، اشرفی (چیئرمین، گلوبل اسلامک مشن) کی وساطت سے حضور شیخ الاسلام والمسلمین، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کا ایک مقالہ نظر نواز ہوا، جسے 'دین کامل' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ 'خَیْرُ الْکَلَامِ مَاقَلَّ وَدَلَّ' پر عمل کرتے ہوئے حضور شیخ الاسلام مدظلہ العالی نے اتنے وسیع وعریض مضمون کو سمیٹ کر 'دریا در کوزہ' کر دیا ہے۔ طالبانِ مذہب کیلئے یہ رسالہ بہت ہی عمدہ فکر کا داعی ہے۔ مختصر، مگر جامع الفاظ میں 'مَافِی الضَّمِیْرِ' ادا کرنا، حضور شیخ الاسلام کا معروف وصف ہے، جسکا خراج وہ رہتی دنیا تک اربابِ فکر وفن سے وصول کرتے رہیں گے۔۔۔ پروردگارِ عالم آپ کے فیوض وبرکات کو تا قیامت قائم ودائم رکھے۔۔۔ ﴿آمین!﴾

دنیا کے قابل ذکر مذاہب میں مذہبِ اسلام، عیسائیت اور یہودیت کو مانا جاتا ہے۔ آپ اگر تعصب وجانب داری سے بالاتر ہوکر، بنظرِ غائر مطالعہ کریں تو یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کے علاوہ مذکورہ بالا دونوں مذاہب 'افراط وتفریط' کا شکار ہوگئے۔۔۔ عیسائیت نے حد درجہ 'بنامِ رحمت' امید دلا کر مجرموں کی حوصلہ افزائی کی، جبکہ یہودیت نے یاس وقنوطیت کے چنگل میں پھنسے ہوئے لوگوں کو مزید جرائم پر دلیر کر دیا۔۔۔ نتیجۃً تمرّد وسرکشی کی تند وتیز ہواؤں نے انسانیت کو بہت بڑا نقصان پہنچایا۔ اور آج بھی، انجام وعواقب سے بے پرواہ ہوکر ساری دنیا میں وہ طوفانِ بدتمیزی برپا کر رہے ہیں کہ 'اَلْاَمَانُ وَالْحَفِیْظُ'۔ اور انہی کی روش پر چل کر دیگر مذاہب بھی قعرِ ضلالت میں گر گئے، اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔ لیکن اسلام کا پیغامِ امن ورحمت ساری دنیا کے انسانوں کیلئے، بلا تفریقِ رنگ ونسل، ایک شجرِ سایہ دار کی طرح ہے۔

حَامِدًا وَ مُصَلِّیًا وَ مُسَلِمًا

-- ﴿۱﴾ --

کہتے ہیں کہ کائنات ایک لفظ 'کن' کا کرشمہ ہے۔ یہ لفظ کائنات باعتبار کلمہ کتنا ہی مختصر سہی لیکن بے شمار، ولاتعداد عالموں میں سے کوئی عالم نہیں جو اِسکے دائرہ مفہوم سے باہر ہو۔۔۔ عالم ناسوت، عالم طاغوت، عالم ملکوت، عالم جمادات، عالم نباتات، عالم حیوانات، عالم عمل، عالم جزا، وغیرہ وغیرہ۔۔۔ یہ سارے عالَم اوران کے سواموجودات ماسوی اللہ کی جتنی طویل فہرست بن سکے، سب کے سب مل کر بھی لفظ کائنات ہی کا مصداق رہتے ہیں۔۔۔ان اقسام سے تھوڑی دیر کیلئے قطع نظر فرمالیجئے اور ساری کائنات کوصرف دوحصوں میں تقسیم کردیجئے۔ایک عالم فوق، دوسرا عالم تحت۔ عالم فوق سے مراد وہ عالم جہاں فرشتے وغیرہ رہتے ہیں اور عالم تحت سے مراد وہ عالم جسے انسان وغیرہ کی بستی کہا جاتا ہے۔۔۔عالم فوق کی مخلوق یعنی ملائکہ نوری مخلوق ہیں، فی الحال مجھے ان کے تعلق سے کچھ نہیں عرض کرنا ہے۔۔۔ عالم تحت میں انسانوں کے سوااور بھی بہت ساری مخلوق ہیں جن میں انسان و جن ہی ہیں جن کو نطق کے شرف سے مشرف کرنے کے ساتھ ساتھ عقل وشعوراورادراک وتمیز سے بھی نوازا گیا۔۔۔نیز۔۔۔اُن کیلئے منزلیں بھی متعین کردی گئی ہیں۔پہلی منزل ارتقاءاور دوسری منزل نزول۔

پہلی منزل میں یہ مخلوق فرشتوں کا مرکز نگاہ بن جاتی ہے اور دوسری منزل میں شیطان سے بدتر نظر آتی ہے۔کچھ ایسے اعمال ہیں جوارتقاء کی طرف لے جاتے

ہیں اور کچھ ایسے کردار ہیں جو نزول کی طرف کھینچتے ہیں۔ ایسی صورت میں کچھ ایسے کام ہوئے، منزلِ ارتقاء پر پہنچنے کیلئے جنھیں کرنا ضروری ہے اور کچھ کردار ایسے ہوئے، منزل نزول سے بچنے کیلئے جنھیں نہ کرنا لازمی ہے۔ پہلے کاموں کے حکم کو 'امر' کہیں گے اور دوسرے کاموں سے روکنے کو 'نہی'۔ اب اعمال کی تقسیم ہوگئی، کچھ ایسے ہیں جن سے 'امر' متعلق ہے اور کچھ ایسے ہیں جن سے 'نہی'۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ ہمیں یہ کیسے معلوم ہو کہ وہ کون سے اعمال ہیں جن کو اپنا کر ہم منزلِ ارتقاء پر پہنچ سکتے ہیں اور وہ کون سے اعمال ہیں جن سے پرہیز کر کے ہم خود کو منزلِ نزول سے بچا سکتے ہیں؟ اگر اس سلسلے میں ہم اپنی عقل پر بھروسہ کریں تو کام نہیں بنتا۔ عقلاء کا آپس میں شدید اختلاف اس حقیقت کو سمجھانے کیلئے کافی ہے کہ عقل کھرا کھوٹا سمجھنے کیلئے ناکافی ہے۔ پھر عقل محض کے فیصلے پر اعتماد و بھروسے کی کیا شکل ہو سکتی ہے؟ ایسی صورت میں ضرورت ہے ایک ایسے شعور کی، جس کو کسی کا شعور سمجھ نہ سکے۔ ایک ایسے ادراک کی جو انسانی حیطۂ ادراک سے باہر ہو۔۔۔ المختصر۔۔۔ ان نفوسِ قدسیہ کی جنھیں عصمت کی چادر اوڑھا دی گئی ہو اور ہر حال میں تائید الٰہی جنکے شریک حال ہو، انہی نفوسِ قدسیہ کے 'اوامر ونواہی' پر عمل کرنا اور نہ کرنا ارتقاء تک پہنچاتا اور نزول سے بچاتا ہے۔

-- ﴿۲﴾ --

قربان جائیے قدرتِ کاملہ کی حکمت بالغہ اور اس کی سنت قدیمہ پر جس نے عالم انسانیت کا آغاز معلم سے فرمایا۔ عموماً پہلے طلبہ ہوتے ہیں پھر معلم کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ لیکن قدرتِ کاملہ نے پہلے معلم کی تخلیق فرمائی اور پھر طلبہ کو لباسِ وجود پہنایا۔ بظاہر انسانی دنیا کے معلم اوّل کا نام 'آدم' رکھا گیا، جن کو عالم وجود میں

لانے سے پہلے ہی اعلان کر دیا گیا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ فرشتوں نے سوچا کہ جس کی خلافت کا اعلان کیا جا رہا ہے، اس کی ترکیب عناصر اربعہ سے کی گئی ہے۔ جن میں کا ہر ایک عنصر دوسرے عنصر سے متصادم ہے، تو یقیناً فساد و اختلاف اس کی سرشت ہوگی۔ اور یہ زمین پر جا کر فساد و خوں ریزیاں کریں گے۔

---لہٰذا---حکمت دریافت کرنے کیلئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اگر خلیفہ بنانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ تیری تسبیح وتہلیل کریں، تو یہ کام تو ہم کر ہی رہے ہیں، اور ہم لوگ اس کیلئے کافی بھی ہیں۔ رب سبحانہ وتعالیٰ نے اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ فرما کر انکو خاموش فرما دیا اور اپنے خلیفہ کو علومِ بے پایاں کی دولت بیکراں سے نواز کر واضح فرما دیا کہ اس خلیفہ کا بنیادی کام تعلیم وتربیت ہے۔ جبھی تو اس کو جو علوم عطا فرمائے گئے، ملائکہ کے علوم بھی ان کے سامنے حیرت فروش ہیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے علاوہ وقتاً فوقتاً دوسرے معلّمین بھی انسانوں کی ہدایت کیلئے آتے رہے۔ یہاں تک کہ قریب قریب ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد پوری ہوگئی۔ تمام معلّمین اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے طریقے کی تعلیم دیتے رہے اور دین حق پر لانے اور اس پر ثابت قدم رکھنے کی کوشش فرماتے رہے۔

-- ﴿۳﴾ --

اس وقت دنیا میں قابل ذکر دین، صرف تین ہیں۔ دین اسلام، دین نصاریٰ اور دین یہود۔ انکے علاوہ جو اور ادیان ہیں وہ اس قدر ہمہ گیر نہیں---لہٰذا---ان کو نظر انداز فرما کر آئیے اور سب سے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ کہ رضا وخوشنودی کے ضابطے کا نام دین ہے---جو اس کو اپنا لے وہ مسلم ہے اور جو نہ مانے وہ خارج از اسلام ہے---یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ثابت شدہ ہے کہ سب کو موت کا مزا چکھنا ہے اور مر

نے کے بعد ایک دن عادلِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ جہاں اپنے دارِ عمل کے ایک ایک لمحے کا حساب پیش کرنا ہے۔ وہاں صحیح راستے پر ثابت ہوئے تو جنت ملے گی ورنہ جہنم کی راہ دکھائی جائی گی۔۔۔لہٰذا۔۔۔اب ہر مرنے والے پر لازم ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لے کہ کون سا راستہ نجات کی طرف لے جاتا ہے اور کون سا ہلاکت کی طرف۔ اور پھر جو راستہ نجات کی طرف لے جاتا ہو اس کو اپنا کر اپنی نجات کے استحقاق کی صورت نکال لے۔۔۔دشواری یہ آپڑی ہے کہ ہر دین اپنے کو حق اور اپنے سوا کو باطل کہہ رہا ہے۔۔۔اگر بالفرض۔۔۔ایسی صورت ہوتی کہ ہر دین اپنے کو بھی حق کہتا اور دوسرے کو بھی تو مرنے والے کیلئے زیادہ تشویش کی بات نہ ہوتی، مگر اب تو لازمی ہو گیا ہے کہ جہنم کے خوفناک شعلوں سے بچنے کیلئے راہِ حق کو اپنا کر ہی سانس لی جائے۔

-- ﴿ ۴ ﴾ --

اسلام کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ اس وقت اسی کا بتایا ہوا راستہ نجات کے طرف لے جانے والا ہے۔ باقی ادیان میں جو حق تھے، وہ منسوخ کر دیئے گئے اور جو باطل تھے، وہ تو باطل تھے ہی۔۔۔الحاصل۔۔۔اس دور میں نجات دین اسلام کے سوا کہیں نہیں۔ اسلام کے اس دعویٰ کی تصدیق ایک ایسی کتاب سے ہو رہی ہے، جو دست انسانی کی خُرد و بُرد سے ہمیشہ محفوظ رہی ہے اور آج بھی محفوظ ہے۔ اور اس کا دعویٰ ہے کہ ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ اس مقدس کتاب کو ہم قرآن کہتے ہیں۔۔۔مگر۔۔۔مشکل یہ ہے کہ اگر ہم قرآن سے اسلام کی حقانیت ثابت کریں تو کہا جا سکتا ہے کہ قرآن ہی تو بصورتِ دیگر اسلام ہے تو پھر اُسی کو اسلام کی حقانیت کی دلیل میں پیش کرنا، چہ معنی دارد؟ اگرچہ حقیقت شناس حضرات کے نزدیک یہ قول بہ نظر استحسان دیکھے جانے کے

لائق نہیں، پھر بھی کسی نقد ونظر کے بغیر بات کو آگے بڑھانے کیلئے آیئے اور غور فرمایئے کہ کسی دین کی حقانیت کو عقلی طور پر سمجھنے کی کتنی صورتیں ہیں، اور پھر یہ دیکھئے کہ ہر صورت کی میزان پر اسلام کا کیا وزن ہے؟

-- ﴿۵﴾ --

کسی بھی دستورِ زندگی اور ضابطہء حیات کی حقانیت کو سمجھنے کیلئے چند امور پر نظر رکھنی ضروری ہے۔

﴿۱﴾ ---جن کیلئے یہ دستور مرتب کیا گیا ہے اس دستور کی دفعات ان کی فطرت کے مطابق ہیں کہ نہیں؟ اگر یہ دستور غیر فطری قوانین پر مشتمل ہے تو وہ اپنے ماننے والوں کو نجات کے بجائے ہلاکت کی طرف لے جائے گا---نیز---یہ کیسے سمجھا جائے کہ اس دین کے اصولوں پر عمل کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی امرِ یقینی ہے؟

﴿۲﴾ ---دستور کو نازل فرمانے والا کون ہے؟ یہ کسی ایسے کا بنایا ہوا دستور تو نہیں جسکی نگاہیں مستقبل کے نشیب وفراز سے بے خبر ہیں؟ جسکے اصول صبح کو بنتے ہیں تو شام کو ٹوٹتے ہیں، اور شام کو بنتے ہیں تو صبح کے قابل نہیں رہ جاتے۔

﴿۳﴾ ---ان اصولوں کو جن کو پیش کرنے والا خدائی اصول کہہ کر پیش کر رہا ہے، کیا کوئی انسانی دماغ بنا سکتا ہے؟ اور کیا دنیا کے دانشوروں اور مفکروں کی ذہنی رسائی وہاں تک پہنچ سکتی ہے؟

﴿۴﴾ ---قانون پیش کرنے والے کا، کیا یہ دعویٰ ہے کہ اسکا یہ پیش کردہ قانون ہر دور کیلئے ہے؟ اور اگر وہ اس بات کا مدّعی ہے، تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کہاں تک صادق ہے؟

﴿۵﴾ ۔۔۔اس دستور کو لانے والا ، سمجھانے والا، خود کیسا ہے؟ کہیں وہ طالب دنیا، جاہ ومنصب کا چاہنے والا اور حسن و جمال کا شیدائی تو نہیں؟ اور اسکی زندگی کا کوئی گوشہ اخلاقی قدروں کی تابنا کی سے محروم تو نہیں؟

-- ﴿۶﴾ --

کسی دین کی حقانیت کو سمجھنے کیلئے میں نے جونشانات متعین کئے ہیں ان کے تعلق سے علی الترتیب اپنے معروضات پیش کروں گا، آپ سے خاص توجہ کا ملتجی ہوں۔۔۔آیئے دیکھیں کہ جن قابلِ ذکر اَدیان کی نشاندہی کی جا چکی ہے،ان میں وہ کون سا دین ہے جسکے اصول انسانی فطرت سے متصادم نہیں۔جس دستورِ حیات میں انسان کے فطری تقاضوں کی تسکین کا سامان نہ ہوگا وہ انسانیت کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔مثال کے طور پر ملاحظہ فرمایئے ،اہل کلیسا، انسان کو صرف روحانیت والا فرشتہ خصلت بتا کر رہبانیت کی تعلیم دے رہے ہیں، وہ انسان کی نفسانی خواہشات کو یکسر فنا کر دینا چاہتے ہیں۔خواہشاتِ نفس انسانی کی تسکین کے سامان کی فراہمی ان کیلئے عذابِ جان اور انسانیت سوز ہے۔ایک فطری تقاضے کو پامال کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلیسا کی نام نہاد مقدس فضا میں انسانیت کا وہ عریاں ناچ ہوا کہ قحبہ خانے بھی شرمندہ ہوکر رہ گئے۔ بہتے ہوئے سیلاب کے رخ کو تو موڑا جا سکتا ہے، لیکن فنا نہیں کیا جا سکتا۔آتش فشاں کو نکلنے کی راہ نہ ملی تو زلزلے۔۔۔یقیناً۔۔۔آئیں گے۔یہ ہوتا ہے،فطری جذبات کو یکسر فنا کر دینے کی کوشش کا انسانیت سوز انجام۔کہا تو یہ گیا تھا کہ انسان فرشتہ ہے،نفسانی خواہشات اس کیلئے عذاب ہیں اور دیکھا یہ جا رہا ہے کہ پادریوں اور جوگیوں کے نام نہاد مقدس دامن بھی اس عذاب کے شعلوں سے خود کو بچا نہ سکے۔۔۔

اسی طرح اہلِ کلیسا کا یہ خیال بھی کس قدر غیر فطری اور تباہ کن ہے کہ عمل کوئی کرے اور سزا کسی اور کو ملے۔ بدعنوانیاں کسی کی ہوں اور کفّارہ کوئی اور ادا کرے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے سولی پر چڑھ جانے کے باطل خیال کو اپنی تمام بدکرداریوں کے جواز کی تمہید بنا کر رکھ دی ہے۔ کچھ بھی کیجئے، صغیرہ، کبیرہ، ظلم وستم، بے حیائی و بے انصافی اور خونریزی و بدکرداری، ہر چیز کی اجازت ہے۔ اب کسی گناہ پر مواخذہ نہیں۔ اس لئے کہ، حضرت مسیح علیہ السلام نے سولی چڑھ کر سب کا کفّارہ ادا کر دیا ہے ۔۔۔ مجھ سے نہ کہلایئے ۔۔۔ خود ہی غور فرمایئے ۔۔۔ کہ اس خیال کا انسان کی عملی زندگی پر کیا اثر پڑیگا؟ انسان انسان رہے گا یا جانور ہو کر رہ جائیگا ۔۔۔ کہنا تو یہ چاہیئے تھا جو اسلام نے کہا۔

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى

’کوئی اٹھانے والی ذات کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی‘

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾

’جو ذرہ برابر عمل خیر کرے گا وہ اسکا پھل پائے گا اور جو ذرّہ برابر عمل شر کرے گا وہ اسکا انجام دیکھے گا‘

اِعْمَلْ مَا شِئْتَ كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ ﴿الحدیث﴾

’جو چاہو کرو، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے‘

نصرانیت کے نظامِ فکر اور دستورِ حیات کے خدوخال کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد، آیئے اسلام کے فطری نظامِ زندگی کی طرف بھی چند اشارے ملاحظہ کرتے چلئے ۔۔۔ اس مقام پر یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ ہر اس عادت و خصلت کو انسان کی فطرت قرار دیا جائے گا، جس میں قریب قریب سارے انسان مبتلا ہوں ۔۔۔ مثلاً: کھانا، پینا، سونا، مصیبت کے وقت کسی کو مدد کیلئے بلانا، نفسانی خواہشات رکھنا، بڑوں

کی تعظیم کرنا، حرص وغصّہ، وغیرہ، وغیرہ۔۔۔ یہ چند انسانی فطری تقاضے ہیں۔ چھوٹا ہو یا بڑا، بوڑھا ہو یا جوان، مسلم ہو یا غیر مسلم، عورت ہو یا مرد، ہر کوئی ان خواہشات میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پاتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ اگر کسی خارجی عوارض وعلل کے سبب کسی فردِ انسانی میں اسکا فطری جذبہ مردہ نظر آئے، تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ انسان کا فطری جذبہ نہیں۔ جس طرح چند مخنثوں اور راہبوں کا وجود، اس بات کی دلیل نہیں کہ نفسانی خواہشات انسان کی فطرت نہیں۔۔۔

اب آیئے اسلامی تعلیمات کا اجمالی خاکہ ملاحظہ فرمایئے۔ اسلام کھانے پینے کا مخالف نہیں، مگر اگر کسی کا یہ فطری جذبہ غلط راہ پر لگا ہوگا تو اسکو صحیح رخ پر لگا دیگا۔ کھانے والو خوب کھاؤ، لیکن حرام نہ کھاؤ حلال کھاؤ۔ اسی طرح حلال مشروبات کو پیو مگر حرام سے اپنے کو بچاتے رہو۔ سونے والو ایسی نیند مت اپناؤ جو فرائض کی ادئیگی سے محروم کردے۔ اور جاگنے والو ایسی بیداری نہ اختیار کرو جو نقص جان کی طرف لے جائے۔ مدد کیلئے بلانے والو ایسوں کو نہ بلاؤ، جن کو مدد دینے کی کوئی طاقت ہی نہیں دی گئی ہے۔ بلکہ ایسوں کو بلاؤ جنھیں مدد پہنچانے ہی کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔۔۔ المختصر۔۔۔ اولیاء الشیطان کی طرف کیوں جاتے ہو، اولیاء الرحمٰن کی طرف آؤ، نفسانی خواہشات کی تسکین چاہنے والو، ہر پھول سے رس چوسنے کی کوشش نہ کرو، حلال وحرام کے حدود کو سمجھو، اور پھر اپنے گھروں کو آباد کرو۔ تعظیم کیلئے اِدھر اُدھر کیوں مارے مارے پھرتے ہو، اللہ کے دشمن اس بات کا استحقاق نہیں رکھتے کہ ان کی تعظیم کی جائے۔ آؤ! آؤ! تعظیم کیلئے اللہ کے مقبولین کا آستانہ تلاش کرو۔۔۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط

'اللہ کے رسول کی تعظیم وتوقیر کرو'

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾

’اللہ کے دین کی نشانیوں کو پہچانو، اوران کی تعظیم کر کے دل کے پرہیز گار بن جاؤ‘

۔۔۔حرص رکھنے والو، ضرور حریص بنو، مگر مال و دولت جمع کرنے کیلئے نہیں بلکہ راہِ خدا میں لٹانے کیلئے، یہاں تک کہ دنیا تمہاری زبان سے سن لے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس

کارِ خیر کو انجام دینے میں حریص رہو، کارِ شر کے حریص نہ بنو۔۔۔غصہ کی فطرت رکھنے والو غصہ ضرور کرو، لیکن صرف باطل کے مقابلے میں کرو۔۔۔علم بلند کرو تو صرف پرچم اسلام بلند کرو۔ تلوار اٹھاؤ تو حق کی حمایت میں اٹھاؤ۔۔۔یہ چند اشارے صرف سمجھانے کیلئے تھے، پورے اسلام کا مطالعہ کر جایئے کہیں بھی اسلام انسان کے فطری جذبے کو فنا کرتا ہوا نظر نہ آئے گا۔ بلکہ صرف صحیح رخ پر لگاتا ہوا ملے گا۔ سیلاب کا روکنا اسلام کا کام نہیں بلکہ سیلاب کے رخ کو بدل کر آبادی سے ویرانے کی طرف کر دینا اسلام کا کام ہے۔ اس طرح اگر ایک طرف آبادیاں محفوظ رہیں گی تو دوسری طرف ویرانے آباد ہو جائیں گے۔۔۔الحاصل۔۔۔اسلام کا مخلصانہ، محققانہ اور غیر متعصّبانہ، گہرا مطالعہ ساری دنیا کو اس بات کو ماننے پر مجبور کر رہا ہے کہ ’اسلام اور صرف اسلام‘ ہی دین فطرت ہے۔ باقی ادیان غیر فطری عناصر پر مشتمل اور ناقابل عمل ہیں۔ جہاں انسانیت بجائے نکھرنے کے، بہیمانہ طرزِ زندگی اختیار کرنے پر مجبور نظر آتی ہے۔

رہ گیا یہ سوال، کہ یہ کیسے سمجھا جائے کہ دین اسلام ہی کے اصولوں پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی، امر یقینی ہے؟ تو اسکا حل نہایت آسان ہے۔ اس لئے کہ جب یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ سارے اسلامی قوانین خود خالق فطرت،

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی طرف سے ہیں، تو جہاں وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہونگے وہیں ان کو ماننا اور ان پر مخلصانہ عمل۔۔۔ یقیناً۔۔۔ خدا کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کی مرضی ومنشاء کے مطابق جو عمل ہوگا، اس سے اسکی رضا وخوشنودی ضرور حاصل ہوگی۔۔۔

دین اسلام اور موجودہ دوسرے ادیان کا ایک نمایاں فرق یہ بھی ہے، کہ دین اسلام کے سوا سارے ادیان اپنے۔۔۔ خیالی یا حقیقی۔۔۔ رب کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اسکی رضا وخوشنودی کے طالب ہیں، لیکن اپنے بنائے ہوئے اصولوں سے۔۔۔ مگر، دین اسلام اپنے رب کی رضا وخوشنودی خود اپنے رب ہی کے نازل فرمودہ اصولوں سے چاہتا ہے۔ کہ اے میرے پروردگار تو ہی فرمادے کہ تو کس کس چیز سے راضی ہے؟ اور کس کس چیز میں تیری ناراضگی ہے؟ اسی لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ صرف 'دین اسلام' ہی ہے جسکے اصولوں پر عمل کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی امر یقینی ہے۔

-- ﴿ ۷ ﴾ --

جہاں دین اسلام کا دین فطرت ہونا اظہر من الشمس ہے، وہیں یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ اس کے جملہ قوانین خدائے عالم الغیب والشہادۃ کے نازل فرمودہ ہیں۔ جنھیں ساری کائنات کیلئے اور ہر ہر زمانے کیلئے نازل فرمایا گیا ہے۔ اور انھیں جب سے پیش کیا گیا ہے، اس وقت سے آج تک وہ اسی حال میں ہیں۔ ان میں ذرّہ برابر ترمیم وتحریف کو راہ نہ مل سکی۔ اور نہ آئندہ مل سکتی ہے۔ انھیں قوانین کی مقدس کتاب کا نام 'قرآن' ہے۔ جسکے خدا کی کتاب ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ آج تک اسکے اِس چیلنج کا کوئی جواب نہ لاسکا۔۔۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

اور اگر ہو تم کسی شک میں، اس سے جو ہم نے اتارا اپنے خاص بندہ پر،
تو لے آؤ ایک ہی سورت اس کی طرح

---یعنی---پورے قرآن کی کیا بات، ایک ہی سورہ کی مثال لاؤ۔ اگر یہ انسانی تصنیف ہوتی تو دوسرا انسان اسکا جواب یقیناً لاسکتا تھا۔ لوگوں نے جواب لانے کی کوشش کی، مگر جواب لانے سے عاجز رہے۔ بلکہ اس کلامِ معجز نظام، کی بے نظیری و بے مثلی اور اسکی معجزانہ فصاحت و بلاغت کے حضور، سجودِ نیاز لٹانے پر مجبور ہو گئے۔

یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی، کہ جب دین اسلام کے اصول اسی فطرت کے عین مطابق ہیں، جس پر انسانوں کی تخلیق فرمائی گئی ہے۔ تو پھر ہمیشہ کیلئے انھیں اصولوں کے ماننے اور ان پر عمل کرنے ہی میں نوعِ انسانی کی فلاح و نجات ہے۔ نہ فطرت بدل سکتی ہے اور نہ ہی فطری اصول کو چھوڑ کر فوز و فلاح کی منزل حاصل ہو سکتی ہے---تو اب اگر اسلام کا دعویٰ یہ ہے کہ اسی کا پیش کردہ قانون ہر دور کیلئے ہے، تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں---آخری اور کامل و مکمل دین---یعنی---اسلام کے علاوہ کوئی اور دین نہیں جو یہ دعویٰ کر کے اہل علم و فہم حضرات سے اپنی صداقت کا اعتراف کرا سکے---یقین نہ ہو تو پوچھ لیجئے اہل کلیسا سے کہ کیا تمہارے نبی کا یہ دعویٰ ہے کہ انکا لایا ہوا قانون ہر قوم کیلئے، ہر دور کیلئے ہے؟ باور کیجئے، اس سوال کے جواب میں اہلِ کلیسا کے باخبر افراد کی طرف سے ایک طویل خاموشی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ خیال فرمائیے جو قوم اپنی آسمانی کتاب کو محرّف ہونے سے نہ بچا سکی، جو قوم اپنی نبی کی مکمل تاریخ و سیرت سے بے خبر ہو اور جو قوم اپنے نبی کے صحیح حالات اور حقیقی واقعات معلوم کرنے کیلئے خود ہمارے نبی آخر الزماں ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے کلماتِ طیّبات کی محتاج ہو، اس کو اِن دین اسلام کے ماننے والوں کے سامنے

سر اٹھانے کا حق ہی کیا ہے؟ جنھوں نے اپنے نبی کی زندگی کے ہر ہر لمحے، ہر ہر نقطے، ہر ہر قول اور ہر ہر فعل کو صفحاتِ قرطاس پر محفوظ کر لیا ہو۔

-- ۸ --

قرآن کو دیکھ چکے، اب آیئے صاحبِ قرآن کی بارگاہ میں حاضری دیں۔ آپ کی پوری زندگی کو دیکھ ڈالئے، نہ سلطنت کے خواہش مند نظر آئیں گے اور نہ حسن و جمال کے حریص، اور نہ ہی ظاہری اقتدار کی ہوس رکھنے والے۔ واقعۂ مباہلہ یاد کیجئے سرکار پورے گھر والوں کو لیکر میدانِ عمل میں اتر آئے ہیں۔ بڑا نازک مقام ہے، حق کے کامیاب ہونے اور باطل پر غضبِ الٰہی نازل ہونے کا مقام ہے۔ اس میدان میں وہی آسکتا ہے جس کو اپنی حقانیت وصداقت پر ایسا یقین کامل ہو، جو آپ اپنی مثال ہو۔۔۔لہٰذا۔۔۔جس کو یقین تھا، میدانِ عمل میں آ گیا۔ اور جو اپنے کو باطل سمجھ رہے تھے وہ قدم جما نہ سکے، بلکہ میدان میں بھی نہ آسکے۔ سوچئے ظاہری اقتدار، سلطنت اور مال و دولت، ان امور کی خواہش گھر والوں ہی کیلئے ہوتی ہے۔ جب یہی نہ رہیں گے تو پھر یہ ساری چیزیں کس کیلئے حاصل کی جائیں گی؟ اس مقام پر صاحب قرآن کی سیرت کے اس تابناک پہلو کو بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیجئے کہ جب قریش مکہ نے حکومت وسلطنت، مال و دولت اور حسن و جمال سبھی کچھ پیش کر دینے کی پیش کش کی تھی، اس شرط پر کہ 'آپ اپنے مشن سے باز آجائیں' تو سرکار نے جو جواب عطا فرمایا تھا، کیا وہ کسی طالبِ دنیا کی آواز ہو سکتی ہے؟

نبی کریم ﷺ کے اظہارِ نبوّت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی کے ہر ہر لمحے کی پاکیزگی و نظافت، اور تقدس وطہارت کا کھلے لفظوں میں اجماعی اعتراف، اور آپ کے امین وصادق ہونے کا متفقہ فیصلہ تو ان لوگوں نے بھی کیا تھا جو تا حیات آپ

کی دشمنی پر کمر بستہ رہے اور مرتے دم تک اپنے کو ازلی بدبختی کے چنگل سے چھڑا نہ سکے ۔۔۔غور فرمایئے، ایسوں کو بھی نبی کریم ﷺ کی چالیس سالہ ابتدائی زندگی میں بھی کوئی ناخوشگوار بات مل نہ سکی۔ نہ بچپنے کے حالات میں اور نہ جوانی کے لمحات میں ۔۔۔ عام طور پر بچپنے کو نادانی و ناسمجھی کا دور سمجھا جاتا ہے، یوں ہی جوانی کے عالم میں عام انسانوں کے بھٹکنے کے امکانات زیادہ قوی ہوتے ہیں ۔۔۔تو۔۔۔جو اپنی چالیس سالہ ابتدائی زندگی میں نہ بھٹکا تو اس کیلیئے آگے کی زندگی میں بھی کسی بے راہ روی کا سوال ہی کیا پیدا ہوتا ہے؟

دوست، دشمن، اپنے، پرائے، حتی کہ مشرکین تک کا آپ کو صادق اور امین کہنا، آپ کی اخلاقی بلندی اور انسانیت کے درجۂ کمال پر رونق افروزی کی نشاندہی کرتا ہے۔ گویا انھوں نے بھی آپ کی رسالت کا پیشگی کلمہ پڑھ لیا تھا۔ کیوں کہ جو صادق ہے، وہ جھوٹا کیونکر ہوسکتا ہے؟ اور جو امین ہے، وہ پیغام پہنچانے میں خیانت کیسے کرسکتا ہے؟۔۔۔۔گویا۔۔۔۔صادق و امین کہنا دبے لفظوں میں اس بات کا اعتراف ہے کہ آپ کا ہر دعویٰ صحیح اور ہر پیغام درست ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ذاتی و نفسانی اغراض سرِ تسلیم خم کرنے نہ دیں۔لیکن دل کا یقین کسی کے بس کی بات نہیں۔ قرآنی ارشاد ہے:

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ۔۔۔

'اور انکا انکار کردیا اور یقین رکھتے تھے انکے دل'

۔۔۔وہی جو آپ کے خلاف سر توڑ کوشش کرتے، اور آپ کی آواز کو خاموش کردینے اور آپ کو فنا کردینے کی اسکیم بناتے، وہ بھی دل سے یقین رکھتے تھے کہ یہ سچے رسول ہیں۔اسی لئے آپ کے خون کے پیاسے ہونے کے باوجود، اپنی امانتیں آپ ہی کے

پاس رکھتے۔۔۔ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾

'بے شک، آپ عظیم اخلاق والے ہیں'

۔۔۔یہ سند ہے خالق کائنات کی طرف سے آخری پیغمبر کے کمالِ اخلاق کی۔اور ہونا بھی چاہیئے، کیونکہ یہ پیغمبر وہ تھا جو نوعِ انسانی کی تکمیل کیلیئے سب سے آخری نمونہ تھا۔ ۔۔یعنی۔۔۔ جتنی جتنی بشریت کی ترقی ہوتی رہی، اتنی اتنی کامل مثال پیش کی جاتی رہی۔ کم و بیش ایک لاکھ تیئیس ہزار نوسو ننانوے انبیاء کرام کی تعلیمی مثالوں کے بعد جب ہمارے پیغمبر کو خاتم النبیّن بنا کر بھیجا گیا تو ضروری تھا کہ آپ کمالِ انسانی کا بہترین نمونہ ہوں۔ ورنہ قدرت کا انتخاب غلط ہوگا اور مقصد تعلیم حاصل نہ ہوگا۔ ناقص نمونہ انسانیت کی تکمیل کی راہ نہ دکھا سکے گا۔۔۔لہٰذا۔۔۔ضروری ہوا کہ آخری معلم، کمال کے آخری درجہ پر ہو۔اس کو دیکھ کر عالم کے افراد اس منزل تک پہنچ سکیں جہاں تک پہنچانا خالق کو منظور ہو۔اسی لئے جہاں قرآن نے آپ کو آخری نبی فرمایا وہیں آپ کے کمالِ اخلاق کی گواہی بھی دیدی، اور فرمادیا: اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۔ ذہن نشین رہے کہ الفاظ کی قدر و قیمت متکلم کے اختلاف سے بدل جاتی ہے۔کوئی چھوٹا شخص کسی کو عظیم کہہ دے تو یہ اس کی حقیقی عظمت کی دلیل نہیں۔ یہ خود چھوٹا، اسکی نگاہ چھوٹی، اس کا پیمانۂ غور و فکر چھوٹا، نظر کوتاہ، اطلاع محدود، حوصلہ تنگ، اسی لئے ہر ذرا سی چیز کو بڑا سمجھتا اور کہہ دیتا ہے۔۔۔لیکن۔۔۔اگر کوئی بڑا کسی کو بڑا کہے تو معلوم ہوگا کہ واقعی یہ کوئی بڑی چیز ہے۔

عالم تصور و خیال میں خالق سے بزرگ و برتر کوئی نہیں، ہر نماز میں اور ہر اذان میں 'اَللہُ اَکْبَر' کہہ کر جسکا اعتراف کیا جاتا ہے۔عظمت تین چیزوں سے پیدا ہوتی ہے:

﴿۱﴾۔۔امید سے ﴿۲﴾۔۔خوف سے ﴿۳﴾۔۔ذاتی کمالات سے

۔۔۔خالق کائنات ہر اعتبار سے کمال کا آخری نقطہ ہے۔اس سے ناامیدی کفر ہے:

إِنَّهُ لَا يَايْئَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَفِرُونَ ﴿۸۷﴾

بیشک نہیں ناامید ہوتے اللہ کی رحمت سے مگر کافر لوگ

۔۔۔بلکہ کفار کو بھی دنیا میں فضل و کرم اور احسان وانعام کی امید اُسی سے ہوسکتی ہے۔

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ

اور میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے

۔۔۔رہ گیا خوف تو ارشاد ہے:

۔۔۔وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ﴿۸۴﴾

'اور اللہ طاقت جنگ میں سب سے زیادہ زوردار اور سب سے بڑا ہے سزا دینے میں'

۔۔۔یعنی۔۔۔خدا سختی اور سزا دینے میں سب سے بڑھ کر ہے۔۔۔دوسروں سے ڈرنے والوں سے ارشاد ہے:

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۷۵﴾

'تو تم ان کو نہ ڈرو، تو تم مجھ سے ڈرو اگر ایمان والے ہو'

۔۔۔اسکے بعد ذاتی کمال کا یہ عالم کہ وہ ہر کمال کا جامع، بلکہ حقیقی کمال کا عالم امکان میں وجود ہی نہیں، کامل تو بس ایک 'ذاتِ احدیت' ہی ہے۔۔۔معلوم ہوا کہ خالق کائنات ہر حیثیت سے باعظمت و مالک عظمت ہے۔اب وہ جسے عظیم کہہ دے، اس کے مقامِ عظمت کو سمجھنے کیلئے ادراک قاصر ہے۔۔۔المختصر۔۔۔'خُلقِ عظیم' فرما کر ظاہر

کر دیا کہ رسولِ کریم کا خُلق بے نظیر و بے مثال ہے۔ اردو کے محاورہ کے اعتبار سے خُلق کہتے ہیں دوسروں سے خاکسارانہ برتاؤ، جھک کر ملنے اور تواضع سے پیش آنے کو، مگر عربی میں اسکا مفہوم وسیع ہے۔ جسکی تفصیل یہ ہے۔ انسانی اوصاف دو طرح کے ہوتے ہیں ایک 'اختیاری' اور ایک 'غیر اختیاری'۔ 'اختیاری' مثلاً خدوخال، شکل و شمائل، رنگ و روپ، قدو قامت اور ذہانت و ذکاوت وغیرہ۔ یہ صفات جو قدرتی طور پر پائی جاتی ہیں، انکا نام 'خَلق' ہے۔ دوسری وہ صفات، جنکے تحت ارادی افعال انجام پاتے ہیں۔ جیسے سچائی و امانت داری اور فیاضی وغیرہ۔ اس طرح کے اوصاف کو 'خُلق' کہتے ہیں۔ خواہ وہ انفرادی زندگی سے متعلق ہوں یا اجتماعی زندگی سے۔۔۔ اب ظاہر ہوگیا کہ 'خُلقِ عظیم' فرما کر زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کے عملی کمال کی تصدیق فرمادی گئی ہے۔ جب خود سرکارِ رسالت ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُ تَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَ خْلَاقِ ﴿الحدیث﴾

مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث فرمایا گیا ہے

۔۔۔ تو ضروری ہوا کہ خود آپ کا اخلاق عظیم ہو اور آپ کے دلِ مقدس پر رب سبحانہ وتعالیٰ کے اخلاقِ کریمہ کے انوار متجلی ہوں۔ ذاتِ عظیم کا مظہر، کیوں نہ 'صاحب خُلقِ عظیم' ہو؟ اور حضرت ام المؤمنین کی زبانِ حق ترجمان پھر کیوں نہ یوں گوہر افشاں ہو کہ:

کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ

۔۔۔ اسکے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں:

﴿۱﴾۔۔۔ قرآنِ کریم کی جملہ پسندیدہ اشیاء حضور کو طبعاً پسند تھیں۔ اسی طرح قرآنِ کریم کی جملہ ناپسندیدہ امور سے آپ کو طبعاً نفرت تھی۔ ﴿تفسیر عزیزی، فارسی، پ ۲۹﴾

﴿۲﴾۔۔۔ آپ اخلاقِ الٰہیہ سے متصف ہیں۔ ﴿مدارج النبوۃ فارسی، جلد ۱، صفحہ ۲۳﴾

﴿۳﴾۔۔۔جس طرح محکمات ومتشابہات اور مقطعات پر مشتمل پورے قرآن کے یقینی مفہوم تک پہنچنا، ہمارے ذہن وفکر کے حدود سے باہر ہے، یوں ہی نبی کریم ﷺ کے احوالِ شریفہ کی حقیقت تک رسائی بھی ہماری فکر ونظر کے بس سے باہر ہے۔ ﴿ایضاً، صفحہ ۳۲﴾

﴿۴﴾۔۔۔جس طرح کلامِ ربّانی کے معانی ومفاہیم، لامحدود و لامتناہی ہیں اُسی طرح حضور آیۂ رحمت ﷺ کے اخلاقِ کریمہ، آپ کے کمالاتِ تمجیدی اور اوصافِ تنزیہی کے انوار و برکات کی بھی کوئی حد و انتہا نہیں۔ ﴿ایضاً، صفحہ ۳۳﴾

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝۴

اور یقیناً پچھلی بہتر ہے تمہارے لئے پہلی سے

۔۔۔یعنی۔۔۔ ہر لمحہ، الٰہی علوم و معارف کا نزول آپ پر ہوتا رہتا ہے۔ اور آپ کی ہر آنے والی گھڑی، پچھلی گھڑی سے بہتر ہوتی جارہی ہے۔۔۔لہٰذا۔۔۔آپ کے کمالات و صفات کو کماحقّہ سمجھنا انسان کے بس سے باہر ہے۔۔۔جبھی تو خود سرکار نے فرمایا ہے:

يَا اَبَابَكْرٍ وَالَّذِىْ بَعَثَنِىْ بِالْحَقِّ لَمْ يَعْلَمْنِىْ حَقِيْقَةً غَيْرُ رَبِّىْ ﴿۱﴾

'اے ابوبکر قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے بھی نہیں جانا'

۔۔۔شیخ محقق نے تو 'مدارج النبوۃ' میں 'حقیقت شریفہ ﷺ' کو از قسم 'متشابہات' شمار کرایا ہے۔۔۔جس طرح کہ متشابہات کیلئے ہے کہ:

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

نہیں جانتا کتاب کے اصل مطلب کو اللہ کے سوا

۔۔۔اسی طرح حقیقت محمدیہ ﷺ کیلئے ارشاد ہے کہ:

﴿۱﴾۔۔۔مطالع المسرات فی شرح دلائل الخیرات، للامام المہدی ابن احمد الفاسی ۱۲۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ صوبیہ فیصل آباد

'لَمۡ یَعۡلَمۡنِیۡ حَقِیۡقَةً غَیۡرُ رَبِّیۡ' ۔۔۔'اِنك لعلٰی خلق عظیم'
میں اگر لفظ 'علیٰ' کو 'استعلاء' کے معنی میں لے لیا جائے تو ایک نہایت نفیس ولطیف معنی کی طرف اشارہ ہوگا، کہ اے محبوب آپ خلق عظیم پر ہیں۔۔۔یعنی۔۔۔'خلق عظیم' آپ کی مسند شریف ہے۔اور آپ اُس پر رونق افروز ہونے والے۔۔۔یا۔۔۔مکارمِ اخلاق آپ کے خدام ہیں اور آپ انکے مخدوم۔۔۔یا۔۔۔یہ غلام، آپ مالک۔۔۔ان سے آپ کی عزت نہیں بلکہ آپ سے یہ خود عزت پانے والے ہیں"[۱]۔۔۔المختصر۔۔۔خود، معروف، متعارف مکارمِ اخلاق کا صحیح معنوں میں مکارمِ اخلاق سے ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ آپ اُسے اپنالیں۔۔۔لوگ صفات سے پہچانے جاتے ہیں۔لیکن آپ کی ذات سے صفات کی معرفت ہوتی ہے۔۔۔جس خصلت کو آپ نے اپنے دامن کرم سے وابستہ کرلیا وہ بہترین اخلاق بن گئی اور جس صفت کو آپ کی نوازش کا سایہ نہ مل سکا، اُسے بداخلاقی کہا جانے لگا۔

آخری نبی ﷺ، آخری دین، اور آخری کتاب کے تعلق سے میں نے اب تک جو کچھ عرض کیا ہے اور ان سب کے جن منفرد کمالات وخصوصیات کی تصویر کشی کی ہے، عقل سلیم کا بھی تقاضہ یہی ہے کہ ان میں لازمی طور پر یہ امتیازی خوبیاں ہوں۔
۔۔۔اسلئے کہ۔۔۔آخری نبی سے پہلے جتنے بھی نبی آتے رہے وہ کسی خاص قوم، کسی خاص علاقے اور کسی خاص زمانے تک کیلئے تشریف لاتے رہے۔۔۔لہٰذا۔۔۔ ان کو صرف ایک ہی قوم کی فطرت ونفسیات اور ایک ہی علاقے کی آب وہوا کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور پھر اسی خاص قوم کو دین حق کے سانچے میں ڈھالنے کی جدوجہد کرنی پڑتی تھی۔۔۔لہٰذا۔۔۔ان کیلئے صرف انھیں مکارمِ اخلاق سے آراستہ رہنا ضروری تھا جو اُس خاص قوم کی ہدایت واصلاح کا کام انجام دینے کیلئے لازمی تھے، جس قوم کی

---

[۱] تفسیر کبیر (طبع جدید) جلد ۳، صفحہ ۱۸

طرف اس نبی کی بعثت ہوئی تھی۔۔۔مگر۔۔۔وہ آخری نبی جو:

اُرسِلتُ اِلَی الخَلقِ کَافّةً ﴿الحدیث﴾

'میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنکر آیا ہوں'

لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا

'ہوں سارے جہاں کو ڈرانے والے' 'اے انسان بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف'

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور نہیں بھیجا ہم نے تمھیں مگر رحمت سارے جہاں کیلئے

۔۔۔ارشاد فرماتا ہوا مبعوث ہوا ہے، اور اپنے کو ہر قوم کا نبی، ہر علاقے کا نبی، مختلف زبان و بیان اور جداگانہ سرشت و معاشرت رکھنے والوں کا نبی، قیامت تک ہر ہر زمانے کا نبی، انسانوں کا نبی اور جنوں کا نبی کہتا ہوا جلوہ افروز ہوا ہو، اس کیلئے جملہ انبیاءِ سابقین کے تمام صفات و کمالات کا جامع ہونا ضروری ہونا ہی چاہئے۔۔۔

جبھی تو کسی عارف نے کیا پیاری بات کہی ہے:

لِکُلِّ نَبِیٍّ فِی الاَنَامِ فَضِیلَةٌ ۔ وَجُملَتُهَا مَجمُوعَةٌ لِمُحَمَّدٍ ﷺ

کائنات میں ہر نبی کی فضیلت ہے ۔ اور تمام انبیاء کی فضیلتوں کا مجموعہ محمد ﷺ کیلئے ہے

۔۔۔حضرت شیخ محقق نے تو یہاں تک فرمادیا:

ہر رتبئے کہ بود در امکاں بروست ختم ۔ ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام ﴿۱﴾

عالم امکان کی ساری فضیلتیں آپ ﷺ پر پوری ہوگئیں ۔ اور پروردگار کی ساری نعمتیں آپ ﷺ کو ملیں

اسی حقیقت پر مشتمل، کیا یہ مصرعہ زبان زدِ خاص و عام نہیں؟ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

﴿۱﴾۔۔۔مدارج النبوۃ فارسی، جلد اول، صفحہ ۳۶

بزرگوں کی ان بولیوں کو صرف انکی عقیدت و محبت کی آواز قرار دیکر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اسلئے کہ یہ حقائق براہِ راست قرآنی نصوص سے ثابت ہیں۔ اس تعلق سے صرف ایک ارشادِ ربانی ملاحظہ فرمائیں:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ

'وہ ہیں جنھیں طریقہ پر رکھا اللہ نے تو ان کے طریقہ پر چلا کرو'

۔۔۔یعنی۔۔۔ یہ انبیاءِ کرام کی مقدس جماعت جسکے ہر فرد کو اللہ نے ہدایت سے آراستہ فرمایا ہے تو اے نبی ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔۔۔ظاہر ہے کہ یہاں پیروی سے تقلید مقصود نہیں، اس لئے کہ آخری نبی، انبیاءِ سابقین کا مقلد ہو، یہ اس کے شایان شان نہیں۔۔۔یونہی۔۔۔ یہ بھی مناسب نہیں کہ آخری نبی پہلے نبیوں کی شریعت کا پابند ہو، اس لئے کہ اس آخری نبی کی شریعت تو خود ہی جملہ سابقہ شریعتوں کو منسوخ فرما دینے والی ہے۔ تو اس آیت کریمہ کا وہی معنی قرین قیاس رہا جو مفسرین و محققین نے فرمایا۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اے نبی تم اپنے خُلق کو انبیاءِ سابقین کے خصوصی اخلاقِ کاملہ کا جامع بنالو﴿۱﴾ ۔۔۔تاکہ۔۔۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ میں مذکور لفظ 'خلق'، واحد ہونے کے باوجود اس قدر وقیع و وزن دار ہو جائے کہ اُسے عظمت سے موصوف کیا جا سکے۔۔۔المختصر۔۔۔صفائے حضرتِ آدم، شکر حضرتِ نوح، خُلّتِ حضرت ابراہیم، اخلاصِ حضرت موسیٰ، ایفاءِ عہد حضرت اسماعیل، گریۂ حضرتِ یعقوب، صبر حضرت ایوب، معذرت خواہیٔ حضرتِ داؤد، تاجداریٔ حضرت سلیمان، تواضعِ حضرت عیسیٰ۔۔۔الغرض۔۔۔تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اخلاق و شمائل اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ جس ذات میں مجتمع ہیں وہ اُسی آخری نبی ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔﴿۲﴾

﴿۱﴾۔۔۔تفسیر کبیر (جلد سوم، صفحہ ۸۰) ﴿۲﴾۔۔۔تفسیر روح البیان (جلد ۱۰، صفحہ ۱۰۶)

اسی لئے حضرت شیخ محقق نے 'مدارج النبوۃ' میں نبی کریم ﷺ کی بعثت میں 'خاتمیّت وآخریت' کو سارے انبیاءِ سابقین پر فضیلت میں آپکی 'اولیت وسابقیت' کی دلیل قرار دیا ہے۔﴿۱﴾۔۔۔انبیاءِ سابقین میں ہر نبی کیلئے تو یہ گنجائش تھی کہ وہ اپنے مخاطبین کو اُسی قدر ہدایات وارشادات سے سرفراز فرمائیں جس قدر ان کی صلاحیت واستعداد تھی، اس یقین کی بنیاد پر کہ، آگے آنے والا نبی باقی کام کو مکمل فرمادے گا ۔۔۔یہی راز ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی مخاطب قوم سے صاف لفظوں میں فرمایا تھا:

اِنَ لِیُ اُمُوُرًا کَثِیُرَۃً لِّاَ قُوُلَ لَکُمُ وَلٰکِنُ لّا تَسُتَطِیُعُوُنَ اَنُ تَسُتَمِعُوُا اَلاٰنَ وَمَتٰی جَاءَ ذٰلِکَ رِوُحُ الُحَقِ فَیُرِشِدُ کُمُ اِلٰی جَمِیُعِ الُحَقِ ﴿۲﴾

میرے پاس تمہارے سامنے پیش کرنے کے لائق بہت سی چیزیں ہیں مگر تم اس کے سننے کی بھی استطاعت نہیں رکھتے ہاں جب وہ روح الحق آئے گا جملہ حق باتوں کی ہدایت فرمائے گا

ظاہر ہے کہ جب آخری آنے والا نبی بھی حق و باطل کی مکمل وضاحت نہ فرمائے اور کسی ایک بھی باطل کو باطل کہنے اور حق کو حق فرمانے سے چشم پوشی فرمالے تو پھر اس باطل کو باطل اور اس حق کو حق سمجھنے کا قیامت تک کوئی یقینی ذریعہ کہاں سے حاصل ہو سکے گا؟۔۔۔لہٰذا۔۔۔ضروری ہے کہ آخری نبی کے ساتھ جو دین آئے وہ:

اَلۡیَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ

آج میں نے کامل کر دیا، تمہارے لئے، تمہارے دین کو

۔۔۔کے حُلّہ بہشتی کو زیب تن کر کے آئے۔۔۔یونہی۔۔۔اس آخری نبی کے ساتھ جو کتاب آئے وہ اپنے سر پر:

﴿۱﴾۔۔۔مدارج النبوۃ (جلد ۱، صفحہ ۲) ﴿۲﴾۔۔۔رحمۃ للعالمین۔ مئولفہ مولوی محمد سلمان منصور پوری

اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

بلاشبہ ہم ہیں اس کے نگہبان

۔۔۔کا تاجِ زرنگار لگا کر آئے۔۔۔اور ہوا بھی ایسا ہی۔صدیاں گزر گئیں، بے شمار تہذیبیں ابھریں اور مٹ گئیں، انسانیت کو عروج وزوال اور نشیب وفراز کے بے شمار مرحلوں سے گزرنا پڑا، لیکن آخری دین کی پیشانی پر ہلکی سی بھی شکن نہ پڑی اور اسکی شادابی پر آنچ تک نہ آسکی۔ وہ سدا بہار تھا، وہ سدا بہار رہا، بلکہ ہر دور میں گرتوں کو سہارا اور ڈوبتوں کو کنارا دیتا رہا۔ ہر دور کے لحاظ سے اَمراض تو بدلتے گئے مگر آخری دین کا علاج وطریقۂ علاج نہ بدلا۔ ہر نئے مرض کا اتنا صحیح ومناسب علاج، گویا یہ نسخۂ کیمیا آج ہی کیلئے تیار کیا گیا ہو۔۔۔یونہی۔۔۔ضروری ہے کہ آخری نبی، صبر وحلم، عفوو

کوئی بھی زبان بولتے ہوں، کوئی بھی رنگ وروپ رکھتے ہوں، کسی طرح کی معاشرت والے ہوں، کیسے بھی علم وفن والے ہوں، خواہ بلند سے بلند مقام رکھتے ہوں۔۔۔یا۔۔۔ غربت و افلاس کی پست منزل میں ہوں، رزم کے ہوں یا بزم کے، تاجر ہوں کہ کاشتکار، راعی ہوں کہ رعایا، آقا ہوں کہ غلام، بھوکے ہوں کہ سیراب، سائل ہوں کہ مسئول، بزرگ ہوں کہ خورد، معلم ہوں کہ متعلّم، امام ہوں کہ مقتدی، مربی ہوں کہ محتاجِ تربیت۔

۔۔۔الغرض۔۔۔ ہر ہر انسان کی اصلاح وہدایت، صبح قیامت تک، اسی آخری نبی کے فریضۂ رشد وہدایت میں داخل ہے۔اور یہ ایک فطری بات ہے کہ ہر علم وفن والا اور ہر کمال وخوبی والا اپنے ہی جیسے علم وفن اور کمال وخوبی والے کے آگے سرنگوں ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اسکا علم وفن اور کمال وخوبی اس جھکنے والے کے علم وفن اور کمال و خوبی سے 'برتر واعلیٰ' اور 'بہتر واکثر' ہو۔

۔۔۔المختصر۔۔۔ ہر خوبی والا اپنی ہی طرح خوبی والے، مگر اس خوبی میں اعلیٰ وافضل کو تلاش کرتا ہے تا کہ اس راہ میں اسے سچی ہدایت اور آگے قدم بڑھانے کی یقینی صورت ملتی رہے۔۔۔لہٰذا۔۔۔ بلا استثناء قیامت تک آنے والے سارے انسانوں کی ہدایت، جس نبی کے فریضۂ نبوت میں ہوگی اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان کروڑوں، اربوں انسانوں کی تمام خوبیوں کا صرف جامع ہی نہ ہو بلکہ ان میں سے ہر ہر خوبی میں اُس نقطۂ کمال پر ہو جسکے اوپر کسی ممکن کیلئے کوئی درجہ ہی نہ ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ کسی دوسرے انسان کو اپنی کسی خوبی اور کسی کمال میں وہ مقام حاصل نہ ہو جو اس آخری نبی کو حاصل ہے۔تا کہ اس انسان کیلئے اس آخری نبی کی محتاجی برقرار رہے۔ اور وہ اس کی عظمت وبرتری کے آگے سرنگوں رہنے پر مجبور رہے۔۔۔آخری نبی کی

(۱)۔۔۔حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ

اگر یہ شان نہ ہوتی تو اس کی ذات کو ساری کائنات کیلئے 'لازم الاتباع' نہ قرار دیا جاتا اور نہ ہی یہ فرمایا جاتا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے

۔۔۔یعنی۔۔۔تہذیب و اخلاق، تدبیر منزل، سیاستِ مُدن، بین الاقوامی مسائل کی گتھیاں سلجھانے والو آؤ، اس آخری نبی کی بارگاہِ قدس میں تمھیں سچی رہنمائی ملے گی۔ فقیرو آؤ، اپنی درویشی کو چار چاند لگاؤ۔ تاجدارو آؤ، اندازِ جہانبانی سیکھو۔ درندو آؤ، انسانیت کا مجسمہ بن جاؤ۔ بے شرمو آؤ، شرم وحیا کے پیکر بن جاؤ۔ جاہلو آؤ، علم و دانش کا سرچشمہ بن جاؤ، ظالمو آؤ، رحم وکرم کی کوثر ہو جاؤ۔ خدا کو ڈھونڈنے والو، رہبانیت کی چادر اوڑھے غاروں اور پہاڑوں میں کہاں جاتے ہو؟

آؤ، اس نبی کے حضور تمھیں اہل وعیال کے بیچ میں اور کائنات کی گہما گہمی اور ہما ہمی کے درمیان خدا ملے گا۔ آؤ دیکھو خدا کے اس نبی نے تم سے کہیں زیادہ اپنے اوپر مادّی ذمہ داریاں اٹھا رکھی ہیں مگر اس کے باوجود یہ خدا کے قریب رہنے والے، ہر قریب سے کہیں زیادہ خدا کے قریب ہیں۔۔۔مادّہ پرستو، روٹی، کپڑا اور مکان کو اپنا منتہائے مقصود قرار دینے والو، انسانیت کو حیوانیت سے بھی گرا دینے کا طرزِ فکر رکھنے والو آؤ، اور یہاں اپنے روحانی تقاضوں کو سمجھو۔ روٹی کپڑا اور مکان کی فکر میں آخرت کو نہ فراموش کردو۔ چند سالہ زندگی کیلئے ابدی اور لازوال بدبختی اپنا کر، اپنی انسانیت کو حیوانیت کے سامنے شرمندہ نہ کرو اور اس آخری نبی کی تعلیمات کو اپنا کر، اپنے کو ہلاکت سے بچاؤ۔۔۔الغرض۔۔۔کوئی ایسا مرض نہیں، جسکا یہاں علاج نہ ہو۔ کوئی ایسا دُکھ نہیں، جسکا یہاں مداوا نہ ہو۔ کوئی ایسا مسئلہ نہیں، جسکا یہاں حل نہ ہو۔ کوئی ایسی مشکل نہیں، جو یہاں دفع نہ ہو۔ اور کوئی ایسا انسان نہیں، جو اپنی علمی وعملی

زندگی میں سچی کامیابی حاصل کرنے کیلئے اس آخری نبی کی علمی و عملی زندگی کو اپنے لئے نمونہ بنانے کا محتاج نہ ہو۔

---الحاصل --- یہ آخری پیغمبر خود اپنی خصوصیات و کمالات اور تمام انسانی خوبیوں کی جامعیت میں بے مثال ہے---اسکا لایا ہوا دین بے مثال---اسکی لائی ہوئی کتاب بے مثال---اسکے دائرۂ کار کی وسعت بے مثال---حدتو یہ ہے کہ اس سے جو چیز منسوب ہوگئی، وہ بھی بے مثال---ان تمام بے مثالوں کے سبب یہ آخری پیغمبر ایک مثالی انسان کا پیکرِ جمیل ہوگیا---اب اس کی سنّت کو چھوڑ کر اور اسکی ہدایات سے منہ موڑ کر، کسی بھی خوبی میں درجہءکمال تک رسائی اور کسی بھی راہ پر چل کر، صلاح وفلاح کی منزل تک پہنچنا محالاتِ خرد سے ہوگیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تصدیق نامہ

میں نے گلوبل اسلامک مشن، انک، نیویارک، یوایس اے کی کتاب بنام

دین کامل

کی طباعت کے وقت اسکے ہر صفحہ کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔

تصدیق کی جاتی ہے کہ اس میں موجود قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ اور احادیث شریفہ کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں۔ اور میرا یہ سرٹیفکیٹ درستگی اور اغلاط سے پاک ہونے کا ہے۔ دورانِ طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ چھپائی میں خراب ہوجائے تو اسکا متن کتابت کی صحت سے تعلق نہیں ہے۔۔۔۔علاوہ ازیں ۔۔۔۔کتاب ھذا میں کوئی مضمون ملک وملت کے خلاف نہیں ہے۔

فقط

المصدق

Syed Mohd. Azmat Ali Noor
Research & Registration Officer Auqaf
Sind, Karachi.

سید محمد عظمت علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمہ اوقاف، سندھ) کراچی

گلوبل اسلامک مشن، انک
نیویارک، یوایس اے

આપ હઝરાત કા ચહીતા INDIA કા
NO.1 FREE ઈસ્લામિક SMS GROUP

ASHRAFITODAY

- ફઝાઈલે રસુલ (સલ્લલ્લાહો અલયહે વસલ્લમ)
- ફઝાઈલે હઝરતે મૌલા અલી (રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)
- ફઝાઈલે હઝરતે ફાતેમતુઝઝોહરા (રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હા)
- ફઝાઈલે હઝરત ઈમામે હસન (રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)
- ફઝાઈલે હઝરત ઈમામે હુસૈન (રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)

કુર્આન-હદીષ, બુઝુર્ગાને-દીન કી
નસીહતેં વ બેશુમાર દીની માલુમાત

અબ આપ કે મોબાઈલ પર પાઈએ

દોસ્તો ! આપ બસ ઈતના કીજીયે

અપને મોબાઈલમેં JOIN ASHRAFITODAY ટાઈપ
કરે ઔર 92195 92195 પર SMS SEND કરે.

ખુદ ભી મેમ્બર બને ઔર દુસરો કો ભી બનાએ